اسلامی نظام معاشرت کے اساسی تصورات: فکرِ مودودیؒ کا اختصاصی مطالعہ

Fundamental Ideas of the Islamic Social System: An Analysis of Fikr-e-Maududi

Qurat ul ain Arshad
Lecturer & Focal Person, Department of Islamic Studies
Rawalpindi Women University, Rawalpindi
Email: qurat.arshad@f.rwu.edu.pk

Dr. Syed Toqeer Abbas
SST Govt High School Lakhodair Lahore Cantt
Email: toqeerlakhodair@gmail.com

Hayat Muhammad Khan
M.Phil scholar SBBU Sheringal
Email: hayatmk345@gmail.com

Abstract

Maulana Syed Abul Ala Maududi is a renowned scholar from the Indian subcontinent. His intellectual contributions expanded and enriched the understanding of Islamic teachings. A civilization characterized by its focus on a specific field of study is said to be at the forefront of that particular area. In this regard, the individual has demonstrated a discernible pattern in the intellectual framework of Iqamah Deen.

Maulana's contributions to societal transformation are well-documented, highlighting the inherent challenge of achieving harmonious coexistence between society and the global community. There exist. A civilization that effectively organizes and upholds these rights has the potential to cultivate a prosperous, content, and morally upright community. Alternatively, the presence of corruption may become pervasive. Specific moral values within a society, particularly in the context of Islamic societies, are crucial. Examples of such matters include fostering love and affection between spouses, fulfilling parental obligations, demonstrating love towards children, and maintaining amicable relationships with neighbors and relatives. It is believed that if these values are upheld within a society, corruption would be significantly diminished.

Keywords: socioeconomic structure of Islam, Simple ideas, Abul Ala Maulana, Use of appropriate thought

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ برصغیر کے نامور علمائے کرام میں سے فکری اور نظریاتی عالم گزرے ہیں۔ ان کی فکر سے تصوراتِ اسلامی کو ایک نئی جہت اور مفہوم ملا۔ ان کے اختصاصی مطالعے میں ایک پاکیزہ معاشرہ سرفہرست ہے۔ اس کے لیے انہوں نے اقامت دین کی فکر میں واضح نقش پیش کیا ہے۔

مولانا نے معاشرے کی اصلاح کے حوالے سے جو کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ معاشرہ دنیا کے ساتھ ایک حسین اجتماعیت کے ساتھ رہنے کا نام ہے۔ معاشرہ چونکہ مختلف افراد اور عناصر سے مرکب ہوا کرتا ہے، تو اس میں ہر فرد اور ہر ادارے اور عنصر کے اپنے حقوق ہوتے ہیں۔ ان حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام جس معاشرے میں موجود ہو وہی کامیاب، خوشحال اور صالح معاشرہ بن پاتا ہے۔ بصورت دیگر فساد کا میدان ہو گا۔ معاشرے میں جن اخلاق کی ضرورت ہے، خصوصاً اسلامی معاشرے میں، مثلاً زوجین کے درمیان پیار محبت، والدین کے حقوق کا بھرپور خیال رکھنا، بچوں کے ساتھ ان کی متقاضی محبت۔ ہمسایوں اور رشتہ داروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات، یہ وہی چیزیں ہیں کہ اگر ایک معاشرے میں ان کا پورا خیال کیا جائے تو اس معاشرے میں بگاڑ نامی کوئی چیز نہیں ملے گی۔

انسان کو جن چیزوں کی فطری ضرورت ہے، اسلام اس پر جبر کر کے دبانے کے بالکل حق میں نہیں ہے، بلکہ ان سب ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے قوانین بنا رکھے ہیں۔ اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے مولانا مودودی اپنی کتاب پردہ میں لکھتے ہیں:

> "انسان کے انفرادی وجود اور اس کی نوعی ہستی، دونوں کو باقی رکھنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سے ہر ایک کی خواہش اور ہر ایک کے حصول کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اس کی حیوانی سرشت میں رکھ دی ہے۔ اور فطرت الٰہی کا منشا یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان خواہشات میں کسی خواہش کو پورا نہ ہونے دیا جائے، یا ان استعدادات میں سے کسی استعداد کو فنا کیا جائے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں بھی بہر حال ضروری ہیں۔ اور ان کے بغیر انسان اور اس کی نوع زندہ نہیں رہ سکتی۔ البتہ فطرت حق یہ چاہتی ہے، کہ انسان اپنی ان خواہشات کو پورا کرنے اور ان استعدادات سے کام لینے میں نرا حیوانی طریقہ اختیار نہ کرے بلکہ اس کی انسانی سرشت جن امور کی مقتضی ہے اور اس میں جن فوق الحیوانی امور کی طلب رکھی ہے، ان کے لحاظ سے اس کا طریقہ انسانی ہونا چاہیے۔ اسی غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے حدود شرعی مقرر فرمائی ہیں تاکہ انسان کے افعال کو ایک ضابطہ کا پابند بنایا جائے[1]

اسلامی معاشرت میں صنفی معاملات

دونوں صنفوں کے درمیان جس قسم کا تعلق انسانی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے اس کی تشریح یہ ہے:

"[illegible]" (2)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے خود تمھی میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان مودت اور رحمت رکھ دی ہے۔

"[illegible]"

وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

اس کے بعد مولانا سورۃ الذاریات ایت "[illegible]" کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

اس آیت میں جہاں انسان اور حیوان دونوں کے جوڑے بنانے کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا وہاں تخلیق زوجین کا مقصد صرف بقائے نسل بتایا گیا تھا۔ اب حیوان سے الگ کر کے انسان کی یہ خصوصیت بتائی گئی ہے کہ اس میں زوجیت کا ایک بالاتر مقصد بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کا تعلق محض شہوانی تعلق نہ ہو بلکہ محبت اور انس کا تعلق ہو، دل کے لگاؤ اور روحوں کے اتصال کا تعلق ہو۔ وہ ایک دوسرے کے راز دار اور شریک رنج وراحت ہوں۔ ان کے درمیان ایسی معیت اور دائمی وابستگی ہو، جیسی لباس اور جسم میں ہوتی ہے۔ دونوں صنفوں کا یہی تعلق انسانی تمدن کی عمارت کا سنگ بنیاد ہے۔(3)

اللہ تعالیٰ نے تو ویسے سب جان داروں کو جوڑے بنا کر تخلیق کیا ہے۔ لیکن انسان تو یقینا اشرف المخلوقات ہے تو اس کی انفرادیت کسی اور انداز میں بیان کی کہ ان کے دونوں صنفوں کا تعلق صرف شہوانی نہ ہو گا بلکہ انس، محبت، الفت اور ایک دوسرے کے ساتھ دلی قربت ہو گی۔ اور یہ جوڑا کوئی بے مقصد بھی نہیں ہو گا، بلکہ اس کا ایک اعلیٰ مقصد یعنی اولاد اور نسل کا بقا ہو گا۔

اولاد کے ساتھ ایک روحانی تعلق

کسی بھی تعلق کے لیے دلی محبت کرنٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب دل میں کسی سے محبت ہو تو اس کے ساتھ اگر بظاہر ترش زبان کے ساتھ کیوں نہ پیش آئے لیکن اس پر اس کا برا اثر نہیں ہو گا۔ ایسی محبت زوجین کی ایک دوسرے سے اور والدین کی اپنی اولاد کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ اور یہ ایک فطری محبت ہے کہ انسانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رکھ دی ہے۔ مولانا مودودیؒ اسلامی معاشرے میں زوجین کے تعلقات بیان کرنے کے بعد ان کے اپنی اولاد کے ساتھ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"یہی صنفی تعلق صرف زوجین کی باہمی محبت ہی کا مقتضی نہیں ہے بلکہ اس امر کا بھی مقتضی ہے کہ اس تعلق سے جو اولاد پیدا ہو اس کے ساتھ بھی ایک روحانی تعلق ہو۔ فطرت الٰہی نے

اس کے لیے انسان کی اور خصوصاعورت کی جسمانی ساخت اور حمل ورضاعت کی طبعی صورت ہی میں ایسا انتظام کر دیا ہے کہ اس کی رگ رگ اور ریشے ریشے میں اولاد کی محبت پیوست ہو جاتی، چنانچہ قرآن کہتا ہے:

" [illegible] "(4)

اس کی ماں نے اس کو جھٹکے پر جھٹکے اٹھا کر پیٹ میں رکھا۔ پھر وہ دو سال کے بعد ماں کی چھاتی سے جدا ہوا۔

ایسا ہی حال مرد کا بھی ہے، اگر چہ اولاد کی محبت میں وہ عورت سے کمتر ہے۔" [illegible] "(5) لوگوں کے لیے خوش آئند ہے مرعوب چیزوں کی محبت، جیسے عورتیں اور اولاد۔۔۔"

یہی فطری محبت انسان اور انسان کے درمیان نسبی اور صہری رشتے قائم کرتی ہے۔ پھر ان رشتوں سے خاندان اور خاندانوں سے قبائل اور قومیں بنتی ہیں، اور ان کے تعلقات سے تمدن وجود میں آتا ہے۔

" [illegible] "(6)

"اور وہ خدا ہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو نسب اور شادی کا رشتہ بنایا"

پس ارحام اور انساب اور مصاہرت کے رشتے دراصل انسانی تمدن کے ابتدائی اور طبعی موسسات ہیں اور ان کے قیام کا انحصار اس پر ہے کہ اولاد اپنے معلوم و معروف ماں باپ سے ہو اور انساب محفوظ ہوں۔

حیا کا جذبہ

اسلام ایک صاف، شفاف اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے۔ اس کے لیے حیا کا عنصر یقیناً بے حد ضروری ہے ۔ حیاء ایسی چیز ہے کہ جب کسی انسان میں ہو تو بہت سارے برے اعمال کو اس کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے۔ اور جب حیا معدوم ہو جائے تو انسان وہی کچھ کر ڈالتا ہے جو اس کی ہلاکت کا ذریعہ بن جائے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" [illegible] "(7)

کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ہلاکت کا ارادہ کرے تو اس سے حیا نکال دیتا ہے۔

حیا انسان کی عزت، آبرو اور شخصیت، وقار میں نکھار پیدا کرتی ہے۔ مولانا مودودی حیا کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انسان کی فطرت میں حیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے۔ اس کے جسم کے بعض حصے ایسے بھی ہیں جن کے چھپانے کی خواہش خدا نے اس کی جبلت میں پیدا کی ہے۔ یہی جبلی خواہش ہے جس نے ابتدا سے انسان کو کسی نہ کسی نوع کا لباس اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس باب میں قرآن قطعیت کے ساتھ جدید نظری کی تردید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسانی جسم کے جن حصوں میں مرد اور عورت کے لیے صنفی جاذبیت ہے، ان کے اظہار میں شرک کرنا اور ان کو چھپانے کی کوشش کرنا انسانی فطرت کا اقتضا ہے

" [illegible] "[8]

پس جب انھوں نے اس شجر کو چکھا تو ان پر ان کے جسم کے پوشیدہ حصے کھل گئے۔ اور وہ ان کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔[9]

مسلمانوں کے آپس کے معاملات

مسلمان معاشرے کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس کے باسی ایک دوسرے کو یہ تاثر نہ دینے پائیں کہ وہ ایک دوسرے سے کوئی غیر لوگ ہیں، بلکہ ایسا تاثر دیں گے کہ وہ بھائی بھائی ہیں۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ہمیشہ خیر پہنچانے کے درپے ہوں گے اور اختلافات سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ البتہ اگر ان کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کو چاہیے کہ تماشائی بننے کے بجائے ان کے درمیان صلح کی کوشش کریں۔ مولانا مودودی سورۃ حجرات کی آیت

" [illegible] "

کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"یہ نہیں فرمایا کہ "جب اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑیں"، بلکہ فرمایا یہ ہے کہ اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں "۔ ان الفاظ سے یہ بات خود بخود نکلتی ہے کہ آپس میں لڑنا مسلمانوں کا معمول نہیں ہے اور نہیں ہونا چاہیے۔ نہ ان سے یہ امر متوقع ہے کہ وہ مومن ہوتے ہوئے آپس میں لڑا کریں گے۔

" فرقہ " کے بجائے " طائفہ " کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں فرقہ بڑے گروہ کے لیے اور طائفہ چھوٹے گروہ کے لیے بولا جاتا ہے، اس سے بھی یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ ایک انتہائی ناپسندیدہ حالت ہے جس میں مسلمانوں کی بڑی بڑی جماعتوں کا مبتلا ہو جانا متوقع نہیں ہونا چاہیے "[10]

مسلمانوں کے درمیان صلح

اصل تقاضا تو یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں لوگ ایک دوسرے کے لیے ایک جسم کی طرح ہوں ۔اختلافات سے بچتے رہیں۔ جتنا بس میں ہے اتنا اختلافات سے احتراز کرتے جائیں۔ لیکن پھر بھی انسان مجبور ہے تو شاید کسی وجہ سے اختلاف درمیان میں آجائے تو دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ اسے طویل نہ ہونے دیں بلکہ وہ دوبارہ اس پہ پشیمان کر کے ایک ہی پلیٹ فارم پہ لے آنے کی کوشش کریں۔ مولانا مودودی ایسی صورت حال میں مسلمانوں کی ذمہ داری کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

" ("[illegible]") کے مخاطب وہ تمام مسلمان ہیں جو ان دونوں گروہوں میں شامل نہ ہوں، اور جن کے لیے ان کے درمیان صلح کی کوشش کرنا ممکن ہو۔ دوسرے الفاظ میں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کا یہ کام نہیں ہے کہ ان کی اپنی ملت کے دو گروہ آپس میں لڑ رہے ہوں اور وہ بیٹھے ان کی لڑائی کا تماشا دیکھتے رہیں۔ بلکہ یہ افسوسناک صورت حال جب بھی پیدا ہو، تمام اہل ایمان کو اس پر بے چین ہو جانا چاہیے۔ اور ان کے باہمی معاملات کی اصلاح کے لیے جس کے بس میں جو کوشش بھی ہو وہ اسے صرف کر ڈالنی چاہیے۔ فریقین کو لڑائی سے باز رہنے کی تلقین کی جائے۔ انھیں خدا سے ڈرایا جائے۔ با اثر لوگ فریقین کے ذمہ دار آدمیوں سے جا کر ملیں۔ نزاع کے اسباب معلوم کریں ور اپنی حد تک ہر وہ کوشش کریں، جس سے ان کے درمیان مصالحت ہو سکتی ہو[11]

معاشرے میں فساد پیدا کرنے والی برائیوں سے اجتناب

مولانا مودودی سورۃ حجرات کی آیت 11

" [illegible] "

کی تشریح کرتے ہوئے ان برائیوں کی وضاحت کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کے باہمی تعلقات خراب ہوجاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت پر حملہ، ایک دوسرے کی دل آزاری، ایک دوسرے سے بدگمانی اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس، درحقیقت یہی وہ اسباب ہیں جن سے آپس کی عداوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ سب سے پہلی چیز جس سے ایک معاشرہ بری طرح متاثر اور تلخیوں سے بھر جانے لگتا ہے وہ ہے کسی کا مذاق اڑانا۔

مذاق اڑانے کی ممانعت

مذاق اڑانے سے مراد اصل میں دوسرے مسلمان کے ساتھ وہ رویہ ہے، جس سے اس کی عزت مجروح ہوجاتی ہو اور مذاق اڑانے والا اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہو۔ یہ شریعت میں انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے جس سے قرآن وسنت میں ممانعت آئی ہے۔ مولانا مودودی مذاق اڑانے کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مذاق اڑانے سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا نہیں ہے۔ بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اس کی طرف اشارے کرنا، اس کی بات پر یا اس کے کام یا اس کی صورت یا اس کے لباس پر ہنسنا، یا اس کے کسی نقص یا عیب کی طرف لوگوں کو اس طرح توجہ دلانا کہ دوسرے اس پر ہنسیں۔ یہ سب بھی مذاق اڑانے میں داخل ہیں۔ اصل ممانعت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی کسی نہ کسی طور پر تضحیک کرے۔ کیونکہ اس تضحیک میں لازماً اپنی بڑائی اور دوسرے کی تذلیل و تحقیر کے جذبات کار فرما ہوتے ہیں جو اخلاقاً سخت معیوب ہیں۔ اور مزید برآں اس سے دوسرے شخص کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جس سے معاشرے میں فساد رونما ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اس فعل کو حرام کیا گیا ہے"(12)

بے تکلف مجلسوں کی ممانعت

اس آیت میں ایک لطیف نکتہ بھی نکل آتا ہے، جو کہ ایک معاشرے کی طہارت اور اخلاقی کمزوریوں کو ختم کرنے والا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قوم کو متوجہ کرکے مذاق اڑانے سے منع کردیا تو اس میں خواتین بھی شامل تھیں ۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو خصوصی طور پر مخاطب کرکے فرمایا کہ خواتین بھی دوسروں کو مذاق کا نشانہ نہ بناتی پھریں۔ مولانا مودودی ان کو الگ ذکر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"مردوں اور عورتوں کا الگ الگ ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مردوں کے لیے عورتوں کا مذاق اڑانا یا عورتوں کے لیے مردوں کا مذاق اڑانا جائز ہے۔ دراصل جس وجہ سے دونوں کا ذکر الگ الگ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام سرے سے مخلوط سوسائٹی ہی کا قائل نہیں ہے۔ ایک دوسرے کی تضحیک عموماً بے تکلف مجلسوں میں ہوا کرتی ہے۔ اور اسلام میں یہ گنجائش رکھی ہی نہیں گئی ہے کہ غیر محرم مرد اور عورتیں کسی مجلس میں جمع ہو کر آپس میں ہنسی مذاق کریں۔ اس لیے اس بات کو ایک مسلم معاشرے میں قابل تصور نہیں سمجھا گیا ہے کہ ایک مجلس میں مرد کسی عورت کا مذاق اڑائیں گے یا عورتیں کسی مرد کا مذاق اڑائیں گی"[13]

دوسروں پر طعن و تشنیع سے ممانعت

وہ سارے افعال اور اعمال جو معاشرتی تعلقات بگاڑنے والے ہوں وہ شریعت نے حرام قرار دیے ہیں۔ دوسروں پر طعن کرنا دراصل اپنے آپ کو مطعون کرنا ہے۔ مومن دوسرے مومن کے لیے جسم کے حصے کے مانند ہے۔ لھٰذا اسے تکلیف دینا اپنے آپ کو تکلیف دینی ہے۔ اپنی عزت اگر کسی مومن کو چاہیے ہوتی ہے تو دوسرے مومن کو بھی اسی طرح عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ یہ ایک اسلامی سوسائٹی کے اخلاق ہوا کرتے ہیں۔ مولانا اس کی تشریح ایسے کرتے ہیں:

"اصل میں لفظ لمزُ استعمال ہوا ہے جس کے اندر طعن و تشنیع کے علاوہ متعدد دوسرے مفہومات بھی شامل ہیں۔ مثلاً چوٹیں کرنا، پھبتیاں کسنا، الزام دھرنا، اعتراض جڑنا، عیب چینی کرنا، اور کھلم کھلا یا زیر لب یا اشاروں سے کسی کو نشانہ ملامت بنانا۔ یہ سب افعال بھی چونکہ آپس کے تعلقات کو بگاڑتے اور معاشرے میں فسادبرپا کرتے ہیں، اس لیے ان کو حرام کر دیا گیا ہے۔ کلام الہٰی کی بلاغت یہ ہے کہ: [illegible] (ایک دوسرے پر طعن نہ کرو) کہنے کے بجائے [illegible] (اپنے اوپر طعن نہ کرو) کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں جن سے خود بخود یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ دوسروں پر زبان طعن دراز کرنے والا دراصل خود اپنے آپ کو مطعون کرتا ہے۔ جب وہ دوسروں پر چوٹ کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنے اوپر چوٹیں کرنے کے لیے دوسروں کو دعوت دے رہا ہے۔"

برے القابات کی ممانعت

اس سے مراد ہر وہ لقب ہے جو کسی کی بے عزتی کا باعث ہو۔ اور دوسرا یہ کہ وہ اس پہ ناراض بھی ہوجاتا ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر صرف ضرورت کے مطابق کسی کے تعارف کے لیے اگر ایسے کسی تعارفی نام سے کسی کو پکارا جائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اس حکم کا منشا یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسے نام سے نہ پکارا جائے یا ایسا لقب نہ دیا جائے جو اس کو ناگوار ہو، اور جس سے اس کی تحقیر و تنقیص ہوتی ہو۔ مثلاً کسی کو فاسق یا منافق کہنا۔ کسی کو لنگڑا یا اندھا یا کانا کہنا۔ کسی کو اس کے اپنے یا اس کی ماں یا باپ یا خاندان کے کسی عیب یا نقص سے ملّقب کرنا۔ کسی کو مسلمان ہوجانے کے بعد اس کے سابق مذہب کی بنا پر یہودی یا نصرانی کہنا۔ کسی شخص یا خاندان یا برادری یا گروہ کا ایسا نام رکھ دینا جو اس کی مذمت اور تذلیل کا پہلو رکھتا ہو۔ اس حکم سے صرف وہ القاب مستثنیٰ ہیں جو اپنی ظاہری صورت کے اعتبار سے تو بدنما ہیں مگر ان سے مذمت مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہ ان لوگوں کی پہچان کا ذریعہ بن جاتے ہیں جن کو ان القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایسے القاب بھی اس حکم کے تحت نہیں آتے جن میں بظاہر تنقیص کا پہلو نکلتا ہے مگر درحقیقت وہ محبت کی بنا پر رکھے جاتے ہیں اور خود وہ لوگ بھی جنھیں ان القاب سے یاد کیا جاتا ہے، انھیں پسند کرتے ہیں۔ جیسے ابوہریرہ اور ابوتراب۔[14]

خلاصہ بحث

مولانا نے معاشرے کی اصلاح کے حوالے سے جو کے ی ہے اس سے معلوم ہوا کہ معاشرہ دنیا کے ساتھ ایک حسین اجتماعیت کے ساتھ رہنے کا نام ہے۔ معاشرہ چونکہ مختلف افراد اور عناصر سے مرکب ہوا کرتا ہے، تو اس میں ہر فرد اور ہر ادارے اور عنصر کے اپنے حقوق ہوتے ہیں۔ ان حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام جس معاشرے میں موجود ہو وہی کامیاب، خوشحال اور صالح معاشرہ بن پاتا ہے۔ بصورت دیگر فساد کا میدان ہوگا۔ معاشرے میں جن اخلاق کی ضرورت ہے، خصوصا اسلامی معاشرے میں، مثلاً زوجین کے درمیان پیار محبت، والدین کے حقوق کا بھرپور خیال رکھنا، بچوں کے ساتھ ان کی متقاضی محبت۔ ہمسایوں اور رشتہ داروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات، یہ وہی چیزیں ہیں کہ اگر ایک معاشرے میں ان کا پورا خیال کیا جائے تو اس معاشرے میں بگاڑ نامی کوئی چیز نہیں ملے گی۔

اس کے ساتھ ساتھ اگر سوچا جائے تو ایک باغ اس وقت تک کامیاب اور صاف ستھرا نظر آتا ہے جب اس میں سے مقصود پودوں کے علاوہ فضول قسم کی اشیا نکال پھینک دی جاتی ہوں۔ اور اگر وہ چیزیں اسی طرح بڑھنے دی جائیں تو آگے جا کے چند سال بعد وہ باغ، باغ نہیں رہے گا بلکہ وہ گندگیوں کا ڈھیر نظر آئے گا۔ اسی طرح ایک معاشرہ تب صالح، خوشحال اور نیک معاشرہ بن سکتا ہے جب کہ اس سے ان اخلاقیات، تعلقات اور معاملات کا قلع قمع کیا جائے جو ایک معاشرے کے بگاڑنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ جن کا اوپر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

حوالہ جات

[1])مودودی۔ سید ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، جون 2003، ص187

[2])سورۃ الروم، آیۃ21

[3])مودودی۔ سید ابوالاعلی، پردہ، ص187-188

[4])سورۃ لقمان، آیۃ14

[5])سورۃ العمران، آئۃ14

[6])سورۃ الفرقان، آیۃ54

[7])ابن ماجة۔ محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجہ، دار إحياء الكتب العربية۔ فيصل عيسى البابي الحلبي

[8])سورہ اعراف، آیۃ22

[9])مودودی۔ سید ابوالاعلی، پردہ، ص188-192

[10])مودودی۔ سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ج5ص76

[11])محولہ بالا

[12])مودودی۔ سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ج5، ص۔85

[13])مودودی۔ سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ج5، ص۔85

[14])مودودی۔ سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ج5، ص۔86